کفِ دست

معظّمہ نقوی

الکتاب
کمپیوٹرز

تری آنکھ کا جب اشارہ ملا
مری کشتیوں کو کنارا ملا
وہ اِک شخص ہم سے جُدا ہو گیا
وہ اِک شخص جو سب سے پیارا ملا
مری روح تک وہ اُتر سا گیا
مری زندگی کو سہارا ملا
مری ہر خوشی اس پہ قربان ہے
خوشی یہ مجھے غم تمہارا ملا
ملن کے سبھی راستے بند ہیں
وہ نقوی! نہ مجھ کو دوبارہ ملا

معظّمہ نقوی

کفِ دست

انتخاب:

معظّمہ نقوی

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب : کفِ دست
انتخاب : معظمہ نقوی
سال اشاعت : 2018ء
کمپوزنگ : الکریم کمپوزرز
کچہری چوک، ڈی جی خان۔ 0333-7133799
طباعت : بلوچ پرنٹنگ سروس، ڈیرہ غازی خان
0336-2340686
تعداد : 200
قیمت : 200/-

انتساب

رقم کریں گے تیرا نام انتسابوں میں
کہ انتخابِ سُخن ہے یہ انتخابوں میں

ناصر کاظمی

تمہارے نام .....

☆ **A "Good Book" is the life .....blood of master spirite.**

☆ **And a good book, like a fair face needs no recommendation.**

حُسنِ ترتیب

نمبر شمار	ترتیب	شاعر کا نام / عنوان
	میرؔ سے معظمؔ تک ----------	معظمؔ نقوی
	انتخاب غزل	پروفیسر آفتاب حُسین سرائی صاحب
۱	عشق کو بیچ میں یارب تُو ---	میر تقی میرؔ
۲	کل کیلئے گر آج نہ	مرزا اسداللہ خان غالبؔ
۳	اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا	حکیم مومن خان مومنؔ
۴	لگتا نہیں ہے دل میرا	بہادر شاہ ظفرؔ
۵	بھلا تا لاکھ ہوں لیکن	مولانا حسرتؔ موہانی
۶	پنجابی مسلمان	ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؔ
۷	عورت کی حفاظت	// //
۸	ساتھی ہاتھ بڑھانا ہے	ساحرؔ لُدھیانوی
۹	سلام حسرت قبول کرلو	// // // //
۱۰	وہ دل ہی کیا جو ترے ملنے	قتیلؔ شفائی
۱۱	رچی ہے رُت جگوں کی چاندنی	// // // //
۱۲	کل چودھویں کی رات تھی	ابنِ انشاءؔ
۱۳	سُرخ مینے برسا ---	احسانؔ دانش

۱۴	غم ہے یا خوشی ہے تُو	ناصر کاظمی
۱۵	نیت شوق بھر نہ جائے کہیں	// // // //
۱۶	کب ہات میں تیرا ہات نہیں	فیض احمد فیض
۱۷	مجھ سے پہلی سی محبت ۔۔۔۔۔	// // // //
۱۸	جب ترا حکم ملا ترک محبت کر دی	احمد ندیم قاسمی
۱۹	کروں نہ یاد مگر کس طرح	احمد فراز
۲۰	اب کے ہم بچھڑے تو ۔۔۔	// // // //
۲۱	اتنی مدت بعد ملے ہو	محسن نقوی
۲۲	پاگل آنکھوں والی لڑکی	// // // //
۲۳	کچھ تو ہوا بھی سرد تھی	پروین شاکر
۲۴	آج کی رات ۔۔۔۔۔۔	// // // //
۲۵	اسے تو کھو ہی چکے ۔۔۔۔	خالد شریف
۲۶	کبھی کتابوں میں پھول رکھنا	ڈاکٹر حسن رضوی
۲۷	ہے دُعا یاد مگر ۔۔۔۔۔	ساغر صدیقی
۲۸	میری داستان حسرت ۔۔۔۔۔	سیف الدین سیف
۲۹	نہ جی بھر کر دیکھا ۔۔۔۔۔	بشیر بدر

۳۰	تھکن تو اگلے سفر کیلئے	افتخار عارف
۳۱	چلے تو کٹ ہی جائے گا ۔۔۔	مصطفیٰ زیدی
۳۲	اگر کبھی یاد آئے	امجد اسلام امجد
۳۳	عشق ایسا عجیب دریا ۔۔۔۔	// // // //
۳۴	فاصلے ایسے بھی ہوں گے ۔۔۔۔۔	عدیم ہاشمی
۳۵	اُسے کہنا	عرش صدیقی
۳۶	نہ تیرا خدا ۔۔۔۔۔	صابر ظفر
۳۷	خواہش ہے کہ ۔۔۔۔	سعید واثق
۳۸	یہ جینے کی کیسی سزا ۔۔۔	شاہدہ حسن
۳۹	کوئی نظم ایسی لکھوں ۔۔۔۔۔	نوشی گیلانی
۴۰	مر بھی جاتی ہیں ۔۔۔۔۔	فاخرہ بتول
۴۱	مجھ کو جس شخص سے ۔۔۔۔۔۔	ناصر عدیل
۴۲	کیا کہیں کیسے بسر ۔۔۔۔۔	نجیب احمد
۴۳	ملنا تمہیں تو یاد اسے ۔۔۔	جمال احسانی
۴۴	وہ اجنبی تھا پھر بھی ۔۔۔۔	کشور ناہید

۴۵	سوچتا ہوں کوئی معجزہ۔۔۔۔	حسنؔ نثار
۴۶	تمہیں جب کبھی ملیں۔۔۔۔	اعتبارؔ ساجد
۴۷	اے سرد سرد رات مجھے۔۔۔۔	علیؔ ارمان
۴۸	میں خیال ہوں کسی۔۔۔۔	سلیم کوثرؔ
۴۹	بس یُونہی رات سے۔۔۔۔	احمد ضیاءؔ
۵۰	ہم اپنے اختیار کی حد سے۔۔۔۔	باقیؔ احمد پوری
۵۱	سامنے تُو رہو تو کدھر۔۔۔۔۔	ناصرؔ زیدی
۵۲	جا کے پھر لوٹ جو آئے۔۔۔۔۔	سلیمؔ احمد
۵۳	بنا گلاب تو کانٹے۔۔۔۔۔	عبید اللہ علیمؔ
۵۴	ہم یوسف زماں تھے۔۔۔۔۔	یعقوبؔ انجم
۵۵	دشت دریا پہ بادل۔۔۔۔۔	نذیر احمد عارف صدیقیؔ
۵۶	کسی کے دل میں فقط۔۔۔۔۔	نجم الثاقبؔ
۵۷	یہ جو دوریوں کے ہیں۔۔۔۔۔	فائزہ ندیم فرزاءؔ
۵۸	خوشیوں کی بارات۔۔۔۔۔	فرحتؔ عباس شاہ
۵۹	جو لوگ سچے۔۔۔۔۔	منانؔ قدیر منانؔ

۶۰	تم نے کیسا یہ رابطہ۔۔۔۔۔۔۔	سعد اللہؔ شاہ
۶۱	ہم نازک نازک۔۔۔۔۔۔	اخترؔ ملک
۲۶	دیارِ غیر میں۔۔۔۔۔۔	وصیؔ شاہ
۶۳	کہیں تیرے پیار۔۔۔۔۔۔	خاوریؔ
۶۴	وہی آنکھیں وہی چہرہ۔۔۔۔۔۔	محبوبؔ ربانی
۶۵	کسی طرح سے بھی جیون۔۔۔۔۔	ارشد ملکؔ
۶۶	کبھی جو اپنا حبیب۔۔۔۔۔	جاوید گل گشکوری
۶۷	مجھے حیات سے بیزار۔۔۔۔	سرورؔ ارمان
۶۸	ہم تم ملے تھے جہاں۔۔۔۔	ابرارؔ الحق
۶۹	دسمبر اب بھی تیرا۔۔۔۔۔	ڈاکٹر ابرارؔ عمر
۷۰	کیا کیا خواب تھے وابستہ۔۔۔۔۔۔	ڈاکٹر شاہینؔ ڈیروی
۷۱	بیڑیاں توڑ کر نکل آئے۔	// //
۷۲	جب کوئی بھی کمی نہیں ہوتی۔۔۔۔۔	فائق تُرابی
۷۳	تُم	معظمہؔ نقوی
۷۴	عشق ادھورا	// //

میرؔ سے معظّمہ تک!

مری کفِ دست آپکے ہاتھوں میں ہے۔ ''میرؔ سے معظّمہ تک'' کا یہ سفر طے کرتے وقت میں نے اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ گلستان ادب سے ایسے ایسے پھول چُن کر پیش کروں جو سب کے پسندیدہ ہیں۔ اِن کی رنگت اِن کی خوشبو سب کو پسند ہے۔ میرے شریکِ سفر جانتے ہیں کہ راتوں کے پچھلے پہر تک آنکھوں میں رَت جگوں کی چاندنی لئے حسرتوں کے دیار میں گلی گلی بھٹکنے کا شُغل کس قدر راحت رساں ثابت ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اگر آپ بھی راتوں کے پچھلے پہر تک جاگ سکتے ہیں تو پھر آئیے یُوں ہی ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے محبّتوں کے سفر کو چلتے ہیں نہ جانے دیار محبّت کی تنہا راہیں کتنی دیر سے ہماری راہ دیکھ رہی ہوں گی!

معظّمہ نقوی

انتخابِ غزل

اُردو شاعری سے لگاؤ ہر زمانے میں خاص و عام کا دلچسپ مشغلہ رہا ہے۔ ہمارے ہاں شعروں کے انتخاب پر مشتمل کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ اگرچہ بڑا ادبی کارنامہ نہیں جانا جاتا۔ تاہم ان ہر دلعزیز کے کتابوں کے ذریعہ اُردو شاعری نے بہت فروغ حاصل کیا۔ ہر قاری کیلئے یہ سہولت میسر نہیں ہوتی کہ مختلف شعراء کرام کے دیوان اور کلیات تک رسائی حاصل کر سکیں۔ آج بھی اگر ہم آتشؔ، مومنؔ، جیسے قادر الکلام شعراء کے کلام کا لطف لینے کیلئے ان کے دیوان کی تلاش میں نکلیں تو بڑے بڑے کتاب گھروں سے بھی مایوس لوٹیں گے، پھر ان کی قیمت خرید عام شعری ذوق رکھنے والے قاری کی دسترس سے باہر ہے۔

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ شعری انتخاب پر مشتمل یہ کاوش اپنی جگہ ایک اہمیت اور پذیرائی کی حامل ہے اس کے ذریعہ معظّمہ نے میرؔ سے اپنے حسن انتخاب کا سلسلہ شروع کیا اور کئی صدیوں کی تلخیص اس کتاب میں یُوں کر دی ہے کہ ہر عہد کا نمایاں اور مقبولِ عام شاعر اپنے کلام کا گلدستہ لئے ہمارے سامنے موجود ہے۔ شعر کا انتخاب بھی ایک خاصا مرحلہ ہے اور یہ انتخاب ایسا کر دیا جائے کہ ہر خاص و عام کی توجہ حاصل کرتے میں کامیاب ہو جائے تو یہ حُسن انتخاب جانا جاتا ہے۔

معظّمہ نقوی ایم۔ اے اُردو کی طالبہ ہیں۔ ان کی دلچسپی نثر اور شاعری دونوں میں ہے۔ یہ خود بھی شاعری میں طبع آزمائی کرتی ہیں، شعر فہمی ان کے ادبی مزاج کا اہم حصہ ہے۔

اوپن یونیورسٹی کی ورکشاپ میں بطور اُستاد مجھے معظمہ کی ادب دوستی کا اندازہ ہوا، اور شعری انتخاب کا یہ سلسلہ اس کا ثبوت بن کر سامنے آیا ہے۔ میر تقی میر کے 72 نشتر ناقدین کی توجہ کا حامل رہے ہیں، معظمہ نے اس انتخاب میں 74 نشتر سمو کر ایک خوبصورت انتخاب ادب و شعر کے قارئین کی نظر کر دیا ہے۔ اور شعر کی فضا میں کھو جانے والے اہل ذوق کیلئے یہ ایک چھوٹا سا قیمتی تحفہ تو ہے ہی. ساتھ ہی ساتھ طلباء و طالبات کے لئے بھی یہ ایک قیمتی سرمایہ ہے کہ مختلف اشعار کی تشریح اور حوالہ جات کیلئے عمدہ اشعار کی تلاش میں اب اُن کو خاص سہولت حاصل ہو جائے گی۔

"میر سے معظمہ" تک کا یہ شعری انتخاب شعری
ذوق رکھنے والے قارئین کیلئے ایک خاص تحفہ بھی ہے۔

آفتاب حُسین سرائی
صدر شعبہ اردو
غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازیخان

نظم۔ دیہات کی شام

(احسان دانش)

سرخ مئے برسا رہا تھا شام کا رنگین شباب
جھک رہا تھا دور کھیتوں کے کنارے آفتاب

سرنگوں تھی ٹہنیاں شرما رہے تھے سبزہ زار
آ رہی تھیں نیند کی پریاں ہواؤں پر سوار

دامنِ شب میں چھپی جاتی تھی فطرت کی اُمنگ
چھڑ رہی تھی آبشاروں میں سُہانی جل ترنگ

آچکی تھیں گاگریں بھر کر حسین پنہاریاں
اُٹھ رہا تھا گاؤں کے کچے مکانوں سے دُھواں

بند کیں ذروں نے آنکھیں اور لہریں رک گئیں
رفتہ رفتہ شام کی دیوی کی آنکھیں جھک گئیں

راستوں میں ظلمتوں کے سانپ بل کھانے لگے
سست چرواہے چراگاہوں سے گھر آنے لگے

آسماں کے سرخ جلووں پر سیاہی آگئی
جھٹپٹا سا ہو کے عالم پر اُداسی چھاگئی

اوڑھ کر اک تیرگوں چادر بیاباں سو گیا
سبز کھیتوں پر خنک سایہ مسلط ہو گیا

خامشی پر رنگ آیا، شورش عالم گئی
آسماں پر انجمِ تاباں کی محفل جم گئی

شام کے اندھیر میں دن کا اُجالا کھو گیا
آگ کے چوگرد دہقانوں کا جمگھٹ ہوگیا
بالیوں کو مل گیا دن بھر کی محنت سے فراغ
ٹمٹمایا گاؤں کی چوپال میں دھندلا چراغ

مشورے ہونے لگے نشوونما کے باب میں
سادہ خاطر بہ چلے تقریر کے سیلاب میں

یہ ہیں وہ جن پر تغافل کارگر ہوتا نہیں
جن کے دل میں بسرونخوت کا گزر ہوتا نہیں

جن کی گردِ رہ گزر ہے غازۂ روئے بہار
جن کا شانہ روز سلجھاتا ہے زلف روزگار

جن کی فطرت سے ہوس ناکی ہے فرسنگوں پرے
شہرتوں سے جن کے کھوٹے بھی نکلتے ہیں کھرے

گاؤں، بازوؤں پر جن کے نازاں فطرتِ گلشن طراز
کاوشوں سے جن کی حُسنِ انجمن مائل بہ ناز

واہ رے دیہات کے سادہ تمدن کی بہار
سادگی میں بھی رہے کیا کیا تیرا دامن زر نگار
دل یہ کہتا ہے فراق انجمن سہنے لگوں
شہر کی رنگینیاں چھوڑوں یہیں رہنے لگوں

نظم

''تم''

اِس دُنیا میں
''تم''
میری بھٹکتی ہوئی
زندگی.....
اور لا حاصل،
خواہشوں کا مکمل
ایڈریس ہو!

(معظمہ نقوی)

غزل

(ڈاکٹر صابرہ شاہینؔ)

کیا کیا خواب تھے وابستہ، اُس بیگانی آواز کے ساتھ
تار جو ٹوٹے تنبورے کے، خواب بھی ٹوٹے ساز کے ساتھ

ساتھی! تم کو ہی رونا ہے، اب اپنے انجام تلک
ہم کو جتنا بھی، رونا تھا، رو بیٹھے آغاز کے ساتھ

منزل منزل دھوکہ بازی، قدم قدم پر مکاری
کیا کیا کھیل نہ کھیلے تُم نے، ساجن اس دم ساز کے ساتھ

آدھی بات بتا کر اس کو، یوں جگ میں بدنام کیا
یہ کیا ہاتھ کیا ہے تم نے، اک سچے، ہمراز کے ساتھ

دُنیاداری، فہم و فراست، جیون کے رنگ جان کے بھی
شاہیںؔ تم نے ہاتھ ملایا، کیسے اک ٹھگ باز کے ساتھ

غزل

(۲)

بیڑیاں توڑ کر نکل آئے
آج آتی ہے گر اجل آئے

پھول کھلنا تھا کھل گیا آخر
رُت کے ماتھے پہ لاکھ بل آئے

لو چراغوں کی بجھنے والی ہے
جس کو آنا ہو، آج کل آئے

برَکھا رُت بھی ہوا کے شانوں پر
گنگناتی ہوئی غزل آئے

جی میں آئی تو پیار میں ہم لوگ
زندگی موت سے بدل آئے

من کی بگیہا میں کھلنے والے پھول
اپنے ہاتھوں سے ہم مسل آئے

بول شاہیؔ تیری آنکھوں میں
کس طرح کاسنی کنول آئے

غزل

(میر تقی میر)

عشق کو بیچ میں یارب تو نہ لایا ہوتا
یا تن آدمی میں دل نہ بنایا ہوتا

دل نہ تھا ایسی جگہ جس کو نہ سُدھ لیجئے کبھو سر
اُجڑی اس بستی کو پھر تو نے بسایا ہوتا

عزت اسلام کی کچھ رکھ لی خُدا نے ورنہ
زلف نے تیری تو زنار بندھایا ہوتا

گھر کے آگے سے ترے نعش گئی عاشق کی
اپنے دروازے تلک تو بھی تو آیا ہوتا

جو ہی سو بیخود رفتار ہی تیرا ای شوخ
اس روش سے نہ قدم تو نے اٹھایا ہوتا

اب تو صد چند ستم کرنے لگے تم ای کاش
عشق اپنا نہ تمہیں میں نے جتایا ہوتا

دل سے خوش طرح مکاں پھر بھی کہیں بنتے ہیں
اس عمارت کو ٹک اک دیکھ کے ڈھایا ہوتا

دل پہ رکھتا ہوں کبھو سر سے کبھو ماروں ہوں
ہاتھ پانوں کو نہ میں تیرے لگایا ہوتا

کم کم اُٹھتا وہ نقاب آہ کہ طاقت رہتی
کاش یک بار ہمیں مُنہ نہ دکھایا ہوتا

میرؔ اظہار محبت میں گیا جی نہ تیرا
ہائے نادان بہت تُو نے چھپایا ہوتا

غزل

(مرزا اسداللہ غالبؔ)

کل کے لئے اگر آج نہ خست شراب میں
یہ سوظن ہے ساقی کوثر کے باب میں

جانے کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دم سماع
گردہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب میں

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پاؤں رکاب میں

شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی
ہیں کتنے بے حجاب کہ یُوں ہیں صحباب میں

غالبؔ ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگیِ ابو تُرابؑ میں

غزل

(حکیم مومن خان مومنؔ)

اثر اُس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

اس نے کیا جانے کیا کیا لیکر
دل کسی کام کا نہیں ہوتا

نارسائی سے دم رکے توڑ کے
میں کسی سے خفا نہیں ہوتا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حالِ دل یار کو لکھوں کیونکر
ہاتھ دل سے جُدا نہیں ہوتا

کیوں سُنے غرضِ مضطراے مومنؔ
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

غزل

(بہادر شاہ ظفرؔ)

لگتا نہیں ہے دل میرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالم نا پائیدار میں

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

بلبل کو باغباں سے نہ صیاد سے گلہ
قسمت میں قید لکھی تھی فصلِ بہار میں

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں

دن زندگی کے ختم ہوئے شام ہو گئی
پھیلا کے پاؤں سوئیں گے کُنجِ فرار میں

کتنا ہے بد نصیب ظفرؔ دفن کیلئے
دو گز زمیں بھی نہ ملی کوئے یار میں

غزل

(مولانا حسرتؔ موہانی)

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الٰہی! ترکِ اُلفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں

نہ چھیڑ اے ہم نشین! کیفیت صہبا کے افسانے
شرابِ بےخودی کے مجھ کو ساغر یاد آتے ہیں

رہا کرتے ہیں قید ہوش میں اے وائے ناکامی
وہ دشتِ خود فراموشی کے چکر یاد آتے ہیں

نہیں آتی تو یاد انکی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

حقیقت کُھل گئی حسرتؔ ترے ترکِ محبت کی
تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں

نظم

(ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؔ)

پنجابی مسلمان

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تُو برتا ہے بہت جلد

تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

نظم

(ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؔ)

''عورت کی حفاظت''

اک زندہ حقیقت ہے میرے سینے میں مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد

نے پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد

جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اُس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا سرد

غزل

(ناصرؔ کاظمی)

غم ہے یا خوشی ہے تُو
میری زندگی ہے تُو

آفتوں کے دور میں
چین کی گھڑی ہے تُو

میری رات کا چراغ
میری نیند بھی ہے تُو

میں خزاں کی شام ہوں
رُت بہار کی ہے تُو

دوستوں کے درمیاں
وجہِ دوستی ہے تُو

میری ساری عمر میں
ایک ہی کمی ہے تُو

میں تو وہ نہیں رہا
ہاں مگر وہی ہے تُو

ناصرؔ اِس دیار میں
کتنا اجنبی ہے تُو

غزل

(ناصؔر کاظمی)

نیتِ شوق بھر نہ جائے کہیں
تُو بھی دل سے اُتر نہ جائے کہیں

آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد
آج کا دن گزر نہ جائے کہیں

نہ ملا کر اداس لوگوں سے
حُسن تیرا بکھر نہ جائے کہیں

آرزو ہے کہ تُو یہاں آئے
اور پھر عمر بھر نہ جائے کہیں

آؤ کچھ دیر رو ہی لیں ناصؔر
پھر یہ دریا اُتر نہ جائے کہیں

غزل

(فیض احمد فیضؔ)

کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں کب ہات میں تیرا ہات نہیں
صد شکر کہ اپنی راتوں میں اب ہجر کی کوئی رات نہیں

مشکل ہیں اگر حالات وہاں، دل بیچ آئیں جاں دے آئیں
دل والو کوچہ جاناں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تُو آنی جانی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

میدانِ وفا دربار نہیں، کچھ عشق کسی کی ذات نہیں
عاشق تو کسی کا نام نہیں، کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دوڑو کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

نظم

(فیض احمد فیضؔ)

مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ
میں نے سمجھا تھا کہ تُو ہے تو درخشاں ہے حیات

تیرا غم ہے تو غم دہر کا جھگڑا کیا ہے؟
تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات

تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے
تو جو مل جائے تو تقدیرِ نِگوں ہو جائے

یوں نہ تھا میں نے فقط چاہا تھا یوں ہو جائے
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

اور بھی دُکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ

اَن گِنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم
ریشم و اطلس و کمخواب میں بنوائے ہوئے

جا بجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم
خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے

لوٹ جاتی ہے اُدھر کو بھی نظر کیا کیجئے!
اب بھی دلکش ہے تیرا حُسن مگر کیا کیجئے

اور بھی دُکھ ہیں زمانے میں محبت کے سِوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سِوا

مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ

نظم

ساتھی ہاتھ بڑھانا (ساحرلدھیانوی)

ساتھی ہاتھ بڑھانا
ایک اکیلا تھک جائے گا مل کر بوجھ اُٹھانا
ساتھی ہاتھ بڑھانا

ہم محنت والوں نے جب بھی مل کر قدم بڑھایا
ساگر نے رستہ چھوڑا پربت نے
فولادی ہیں سینے اپنے فولادی ہیں باہیں
ہم چاہیں تو پیدا کر دیں چٹانوں میں راہیں
ساتھی ہاتھ بڑھانا

محنت اپنے لیکھ کی ریکھا محنت سے کیا ڈرنا
کل غیروں کی خاطر آج اپنی خاطر کرنا
اپنا دکھ بھی ایک ہے ساتھی اپنا سکھ بھی ایک
اپنی منزل سچ کی منزل اپنا رستہ نیک
ساتھی ہاتھ بڑھانا

ایک سے ایک ملا تو قطرہ بن جاتا ہے دریا
ایک سے ایک ملے تو ذرہ بن جاتا ہے صحرا
ایک سے ایک ملے تو رائی بن سکتی ہے پربت
ایک سے ایک ملے تو انسان بس میں کر لے قسمت
ساتھی ہاتھ بڑھانا

ماٹی سے ہم لعل نکالیں موتی لائیں جل سے
جو کچھ اس دنیا میں بنا ہے بنا ہمارے بل سے
کب تلک محنت کے پیروں میں دولت کی زنجیریں
ہاتھ بڑھا کر چھین لو اپنے خوابوں کی تعبیریں
ساتھی ہاتھ بڑھانا

غزل

(ساحرؔ لدھیانوی)

سلام حسرت قبول کر لو
میری محبت قبول کر لو

اُداس نظریں تڑپ تڑپ کر تمہارے جلووں کو ڈھونڈتی ہیں
جو خواب کی طرح کھو گئے، ان حسین لمحوں کو ڈھونڈتی ہیں
اگر نہ ہو ناگوار تم کو، تو یہ شکایت قبول کر لو
مری محبت قبول کرلو

تمہی نگاہوں کی آرزو ہو تمہی خیالوں کی دعا ہو
تمہی مرے واسطے صنم ہو تمہی مرے واسطے خدا ہو
مری پرستش کی لاج رکھ لو مری عبادت قبول کر لو
مری محبت قبول کرلو

تمہاری جھکتی نظر سے جب تک نہ کوئی پیغام مل سکے گا
نہ روح تسکین پا سکے گی نہ دل کو آرام مل سکے گا
غمِ جدائی ہے جان لیوا یہ اک حقیقت قبول کر لو
مری محبت قبول کرلو

غزل

(قتیلؔ شفائی)

وہ دل ہی کیا تیرے ملنے کی جو دعا نہ کرے
میں تجھ کو بھول کے زندہ رہوں خدا نہ کرے

رہے گا ساتھ ترا ساتھ زندگی بن کر
یہ اور بات مری زندگی وفا نہ کرے

یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی میں
خدا کسی کو کسی سے مگر جُدا نہ کرے

اگر وفا پہ بھروسہ رہے نہ دنیا کو
تو کوئی شخص محبت کا حوصلہ نہ کرے

سُنا ہے اس کو محبت دعائیں دیتی ہے
جو دل پہ چوٹ تو کھائے مگر گلہ نہ کرے

بجھا دیا ہے نصیبوں نے میرے پیار کا چاند
کوئی دیا میری پلکوں پہ اب جلا نہ کرے

زمانہ دیکھ چکا ہے یہ کھو چکا ہے اُسے
قتیلؔ جان سے جائے یہ التجا نہ کرے

غزل

(قتیلؔ شفائی)

رچی ہے رتجگوں کی چاندی جن کے جبینوں میں
قتیلؔ اک عمر گزری ہے ہماری ان حسینوں میں

وہ جن کے آنچلوں سے زندگی تخلیق ہوتی ہے
دھڑکتا ہے ہمارا دل ابھی تک ان کے سینوں میں

محبت کا کوئی دشمن، وفا پہ معترض کوئی
گھرے ہیں ان نوں ہم کیسے کیسے نکتہ چینوں میں

زمانہ پارسائی کی حدوں تک ہم کو لے آیا
مگر ہم آج بھی رسوا ہیں اپنے ہم نشینوں میں

تلاش انکو ہماری تو نہیں پوچھو ذرا اُن سے
وہ قاتل جو لیے پھرتے ہیں خنجر آستینوں میں

سفر کو جب کبھی نکلیں، پرانی اپنی عادت ہے
بٹھا لیتے ہیں طوفانوں کو ہم اپنے سینوں میں

سکونت یار جب بن جائے بنیاد رفاقت پر
مکاں تقسیم ہو جاتے ہیں خود اپنے مکینوں میں

غزل

(ابن انشاؔء)

کل چودہویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرہ تیرا

ہم بھی وہیں موجود تھے ہم سے بھی سب پوچھا کیے
ہم ہنس دیئے ہم چپ رہے منظور تھا پردہ تیرا

اس شہر میں کس سے ملیں ہم سے تو چھوٹیں محفلیں
ہر شخص تیرا نام لے ہر شخص دیوانہ تیرا

کوچے کو تیرے چھوڑ کر جوگی ہی بن جائیں مگر
جنگل تیرے، پربت تیرے، بستی تیری صحرا تیرا

بے درد سنتی ہو تو چل کہتا ہے کیا اچھی غزل
عاشق تیرا، رسوا تیرا، شاعر تیرا ، انشاؔء تیرا

غزل

(احمد ندیم قاسمی)

جب تیرا حکم ملا ترک محبت کر دی
دل مگر اس پہ وہ دھڑکا کہ قیامت کر دی

تجھ سے کس طرح میں اظہار محبت کرتا
لفظ سوجھا تو معانی نے بغاوت کر دی

میں تو سمجھا تھا کہ لوٹ آتے ہیں جانے والے
تو نے جا کر تو جدائی میری قسمت کر دی

مجھ کو دشمن کے ارادوں پہ بھی پیار آتا ہے
تیری الفت نے محبت میری عادت کر دی

پوچھ بیٹھا ہوں میں تجھ سے تیرے کوچے کا پتہ
تیرے حالات نے کیسی تیری صورت کر دی

کیا تیرا جسم تیرے حُسن کی حدت میں جلا
راکھ کس نے تیری سونے کی سی رنگت کر دی

غزل

(سیف الدین سیفؔ)

مری داستانِ حسرت وہ سُنا سُنا کے روئے
مجھے آزمانے والے مجھے آزما کے روئے

کوئی ایسا اہلِ دل ہو کہ فسانہ محبت
میں اسے سنا کے روؤں وہ مجھے سنا کے روئے

مرے پاس سے گزر کر مرا حال تک نہ پوچھا
میں یہ کیسے مان جاؤں وہ دور جا کے روئے

تیری بے وفائیوں پر تیری کج ادائیوں پر
کبھی سر جھکا کے روئے کبھی مُنہ چھپا کے روئے

جو سنائی انجمن میں شبِ غم کی آپ بیتی
کئی رو کے مسکرائے کئی مسکرا کے روئے

غزل

(احمد فرازؔ)

کروں نہ یاد، مگر کس طرح بھلاؤں اُسے
غزل بہا نہ کروں اور گنگناؤں اُسے

وہ خار خار ہے شاخِ گلاب کی مانند
میں زخم زخم ہوں پھر بھی گلے لگاؤں اُسے

یہ لوگ تذکرے کرتے ہیں اپنے لوگوں سے
میں کیسے بات کروں، اب کہاں سے لاؤں اُسے

مگر وہ زود فراموش زود رنج بھی ہے
کہ روٹھ جائے اگر یاد کچھ دلاؤں اُسے

وہی جو دولت دل کی ہے وہی جو راحتِ جاں
تمہاری بات پہ اے ناصحہ! گنواؤں اُسے

جو ہمسفر سرِ منزل بچھڑ رہا ہے فرازؔ
عجب نہیں ہے اگر یاد بھی نہ آؤں اُسے

غزل

(احمد فرازؔ)

اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

ڈھونڈ اُجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں

غم دینا بھی غمِ یار میں شامل کر لو
نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں

تو خدا ہے نہ میرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انسان ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

آج ہم دار پہ کھینچے گئے جن باتوں پر
کیا عجب کل وہ زمانے کو نصابوں میں ملیں

اب نہ وہ میں ہوں نہ تُو ہے نہ وہ ماضی ہے فرازؔ
جیسے دو سائے تمنا کے سرابوں میں ملیں

غزل

(محسن نقوی)

اتنی مدت بعد ملے ہو
کن سوچوں میں گم پھرتے ہو؟

اتنے خائف کیوں رہتے ہو؟
ہر آہٹ سے ڈر جاتے ہو

تیز ہوا نے مجھ سے پوچھا؟
ریت پہ کیا لکھتے رہتے ہو؟

کاش کوئی ہم سے بھی پوچھے
رات گئے تک کیوں جاگے ہو؟

میں دریا سے بھی ڈرتا ہوں
تم دریا سے بھی گہرے ہو

کون سی بات ہے تم میں ایسی
اتنے اچھے کیوں لگتے ہو؟

محسنؔ تم بدنام بہت
جیسے ہو، پھر بھی اچھے ہو

نظم (تھک جاؤ گی)

(محسن نقوی)

پاگل آنکھوں والی لڑکی
اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو
تھک جاؤ گی
کانچ سے نازک خواب تمہارے
ٹوٹ گئے تو پچھتاؤ گی
سوچ کا سارا اُجلا کندن
ضبط کی راکھ میں گُھل جائیگا
کچے پکے رشتوں کی خوشبو کا ریشم
گُھل جائے گا
تم کیا جانو!
خواب سفر کی دھوپ کے تیشے
خواب ادھوری رات کا دوزخ
خواب خیالوں کا پچھتاوا
خوابوں کی منزل رسوائی!
خوابوں کا حاصل تنہائی

تم کیا جانو!
مہنگے خواب خریدنے ہوں تو
آنکھیں بیچنا پڑتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔یا
رشتے بھولنا پڑتے ہیں
اندیشوں کی ریت نہ پھانکو
پیاس کی اوٹ سراب نہ دیکھو
تھک جاؤ گی!!!

غزل

(خالدؔ شریف)

اُسے تو کھو ہی چکے ہیں پھر خیال کیا اُسکا
یہ فکر کیسی کہ اب ہوگا حال کیا اُسکا

وہ ایک شخص جسے خود ہی چھوڑ بیٹھے تھے
گھلائے دیتا ہے دل کو ملال کیا اُسکا

تمہارے اپنے ارادے میں کوئی جھول تھا
کیونکہ ملنا تھا ایسا محال کیا اُسکا

وہ نفرتوں کے بھنور میں بھی مسکرا کے ملا
اب اس سے بڑھ کے بھلا ہو کمال کیا اُسکا

اب اس طرح بھی نہ یادوں کی کرچیاں چنتے
نہ تھا فراق سے بہتر وصال کیا اُسکا

یہ سوچ کر نہ ملے پھر اُسے کبھی خالدؔ
کہ جانے ہوگا ندامت سے حال کیا اُسکا

غزل

(بشیر بدؔر)

نہ جی بھر کے دیکھا نہ کچھ بات کی
بڑی آرزو تھی ملاقات کی

اجالوں کی پریاں نہانے لگیں
ندی گنگنائی خیالات کی

میں چپ تھا تو چلتی ہوا رک گئی
زباں سب سمجھتے ہیں جذبات کی

مقدر میری چشم پُر آب کا
برستی ہوئی رات برسات کی

کئی سال سے کچھ خبر ہی نہیں
کہاں دن گزارا کہاں رات کی

غزل

(پروینؔ شاکر)

کچھ تو ہوا بھی سرد تھی، کچھ تھا تیرا خیال بھی
دل کو خوشی کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا ملال بھی

بات وہ آدھی رات کی رات وہ پورے چاند کی
چاند بھی عین چیت کا اس پہ تیرا جمال بھی

سب سے نظر بچا کے وہ مجھ کو کچھ ایسے دیکھتا
ایک دفعہ تو رک گئی گردشِ ماہ و سال بھی

دل تو چمک سکے گا کیا پھر بھی ترش کے دیکھ لیں
شیشہ گرانِ شہر کے ہاتھ کا یہ کمال بھی

اُس کو نہ پا سکے تھے جب دل کا عجیب حال تھا
اب جو پلٹ کے دیکھیے بات تھی کچھ محال بھی

میری طلب تھا ایک شخص جو نہیں ملا تو پھر
ہاتھ دعا سے یوں گرا بھول گیا سوال بھی

اُس کی سخن طرازیاں میرے لیے بھی ڈھال تھیں
اُس کی ہنسی میں چھپ گیا اپنے غموں کا حال بھی

نظم

(آج کی رات)

آج کی رات تو سونے کی نہیں ہے جاناں!
آج کی رات تجدیدِ ملاقات کی رات
العطش کہتے ہوئے جسم کی
پیہم آواز
الاماں کہتی ہوئی روح کی
بے چین صدا
تیز بارش کی دعاؤں میں تجھے یاد کیے
ایک مدت سے لیے بوجھ دلِ خستہ پر
تیری خواہش کا، ترے قرب کی آسائش کا
ساتھ دیکھے، ہوئے خوابوں کا نشہ آنکھوں میں
ساتھ سوچی ہوئی باتوں کی نظروں میں
رات کے ہاتھ میں کیا ہاتھ دیا ہے دل نے
پاؤں پڑتے ہی نہیں، جیسے زمیں پر اس کے
روشنی کیسی رگ و پے میں اتر آتی ہے
دور تک صرف تری شکل نظر آتی ہے
میرے ہاتھوں میں ترے چہرے کا داغ کنول

تازہ بارش میں تو کچھ اور کھلا جاتا ہے
میری آنکھیں
ترے ہونٹوں کی نمی سے سرشار
ساری دنیا سے چھپائے
تری بانہوں کا حصار
ذہن میں گھومتا ہے پہلے پہل کا ملنا
اور پھر رنگِ ملاقات کا گہرا ہونا
اور پھر ملنے کی خواہش کا سمندر ہونا
دھیرے دھیرے
کسی تصویر کے ٹکڑے ملنا
جس کی ترتیب نے دو روحوں کا
سمبندھ کیا اور یہ سچ ہے
کہ حیرت کدہ ہستی میں
ایک پہچان کا لمحہ بھی بہت ہوتا ہے
ہم پہ اس لمحے کا کچھ قرض ہے باقی ابتک تن میں تن جذب کریں
روح میں روح سموئیں کہ یہ ساعت ہے تشکر کیلئے
ریگِ صحرا پہ اتر آئی ہے برسات کی رات
آج کی رات ہے تجدیدِ ملاقات کی رات

نظم

(امجد اسلام امجد)

اگر کبھی میری یاد آئے
تو چاندرات کی نرم دلگیر روشنی میں
کسی ستارے کو دیکھ لینا
اگر وہ نخلِ فلک سے اُڑ کر تمہارے
قدموں میں آ گرے
تو یہ جان لینا وہ میرا دل تھا
اگر نہ آئے مگر یہ ممکن ہی کس طرح ہے
کہ تم کسی پہ نگاہ ڈالو،
تو اُس کی دیوارِ جاں نہ ٹوٹے
وہ اپنی ہستی نہ بھول جائے۔۔۔۔۔
اگر کبھی میری یاد آئے،
گریز کرتی ہوا کی لہروں پہ ہاتھ رکھنا
میں خوشبوؤں میں تمہیں ملوں گا
مجھے اُوس قطروں کے آئینوں میں
تلاش کرنا میں پتیوں میں تمہیں ملوں گا

اگر اُوس قطروں کے
آئینوں میں، پتیوں میں خوشبوؤں میں
نہ پاؤ مجھے تو اپنے قدموں میں دیکھ لینا
میں گرد ہوتی مسافتوں میں تمہیں ملونگا
کہیں پہ روشن چراغ دیکھو تو سوچ لینا
کہ ہر پتنگے کے ساتھ میں بھی بکھر چکا ہوں
تم اپنے ہاتھوں سے ان پتنگوں کی خاک
دریا میں ڈال دینا، میں خاک بن کر
سمندروں میں سفر کرونگا، کسی نہ دیکھے ہوئے
جزیرے پہ رک کے تم کو صدائیں دونگا۔۔۔
سمندروں کے سفر پہ نکلو تو اُس
جزیرے پہ بھی اترنا۔۔۔۔
اگر کبھی میری یاد آئے
تو اُس جزیرے پہ بھی اترنا!

غزل

(امجد اسلام امجدؔ)

عشق ایسا عجیب دریا ہے
جو بناء ساحلوں کے بہتا ہے

ہیں غنیمت یہ چار لمحے بھی
پھر نہ ہم ہیں نہ یہ تماشا ہے

زندگی اک دُکان کھلونوں کی
وقت بگڑا ہوا سا بچہ ہے

اے سرابوں میں گھومنے والے
دل کے اندر بھی اک رستہ ہے

اس بھری کائنات کے ہوتے
آدمی کس قدر اکیلا ہے

آئینے میں جو عکس ہے امجدؔ
کیوں کسی دوسرے کا لگتا ہے

غزل

(افتخار عارف)

تھکن تو اگلے سفر کیلئے بہانہ تھا
اُسے تو یوں بھی کسی اور سمت جانا تھا

وہی چراغ بجھا جسکی لو قیامت تھی
اسی پہ ضرب پڑی جو شجر پرانا تھا

متاعِ جاں کا بدل ایک پل کی سرشاری
سلوک خواب کا آنکھوں سے تاجرانہ تھا

ہوا کی کاٹ شگوفوں نے جذب کر لی تھی
تبھی تو لہجہ خوشبو بھی جارحانہ تھا

وہی فراق کی باتیں وہی حکایتِ وصل
نئی کتاب کا اک اک ورق پرانا تھا

قبائے زرد نگارِ خزاں پہ سجتی تھی
تبھی تو چال کا انداز خبروانہ تھا

نظم

(عرشؔ صدیقی)

اُسے کہنا دسمبر آ گیا ہے
دسمبر کے گزرتے ہی برس اک اور ماضی
کی گپھا میں ڈوب جائیگا
اُسے کہنا دسمبر لوٹ آئیگا
مگر جو خون سو جائیگا جسموں میں
نہ جاگے گا
اُسے کہنا ہوائیں سرد ہیں
زندگی کی کہرے دیواروں میں لرزاں ہیں
اُسے کہنا شگوفے ٹہنیوں میں سو رہے ہیں
اور اُن پہ برف کی چادر بچھی ہے
اسے کہنا اگر سورج نہ نکلے گا
تو کیسے برف پگھلے گی
اسے کہنا کہ لوٹ آئے۔

غزل

(ساغرؔ صدیقی)

ہے دُعا یاد مگر حرفِ دُعا یاد نہیں
میرے نغمات کو اندازِ نوا یاد نہیں

ہم نے جن کیلئے راہوں میں بچھایا تھا لہو
ہم سے کہتے ہیں وہی عہدِ وفا یاد نہیں

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

میں نے پلکوں سے درِ یار پہ دستک دی تھی
میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں

کیسے بھر آئیں سرِ شام کسی کی آنکھیں
کیسے تھرائی چراغوں کی ضیاء یاد نہیں

صرف دھندلاتے ستارے کی چمک دیکھی ہے
کب ہوا کون ہوا مجھ سے جدا یاد نہیں

آؤ اک سجدہ کریں عالمِ مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغرؔ کو خدا یاد نہیں

غزل

(مصطفیٰ زیدی)

چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ
ہم اُس کے پاس جاتے ہیں مگر آہستہ آہستہ

ابھی تاروں سے کھیلو چاند کی کرنوں سے اٹھلاؤ
ملے گی اس کے چہرے کی سحر آہستہ آہستہ

دریچوں کو تو دیکھ چلمنوں کے راز تو سمجھو
اٹھیں گے پردہ ہائے بام و در آہستہ آہستہ

زمانے بھر کی کیفیت پلٹ آئے گی ساغر میں
پیو ان انکھڑیوں کے نام پر آہستہ آہستہ

یونہی اک روز اپنے دل کا قصہ بھی سُنا دینا
خطاب آہستہ آہستہ، نظر آہستہ آہستہ

غزل

(ڈاکٹر حسن رضوی)

کبھی کتابوں میں پھول رکھنا کبھی درختوں پہ نام لکھنا
ہمیں بھی ہے یاد آج تک وہ نظر سے حرفِ سلام لکھنا

وہ چاند چہرے وہ بہکی باتیں سلگتے دن تھے مہکتی راتیں
وہ چھوٹے چھوٹے سے کاغذوں پہ محبتوں کے پیام لکھنا

گلاب چہروں سے دل لگانا وہ چپکے نظر ملانا
وہ آرزوؤں کے خواب بُننا، وہ قصہ ناتمام لکھنا

میرے نگر کی حسیں فضاؤ کہیں جو اُنکا نشان پاؤ
تو پوچھنا یہ کہاں بسے وہ کہاں ہے انکا قیام لکھنا

گئی رتوں میں حسنؔ ہمارا یہی تو بس اک مشغلہ تھا
کسی کے چہرے کو صبح لکھنا کسی کی زلفوں کو شام لکھنا

غزل

(صابر ظفرؔ)

نہ تیرا خدا کوئی اور ہے نہ میرا خدا کوئی اور ہے
یہ جو قسمتیں ہیں جدا جدا یہ معاملہ کوئی اور ہے

تیرا جبر ہے میرا صبر ہے تیری موت ہے میری زندگی
میرا درجہ وارِ شہید ہے میرا کربلا کوئی اور ہے

کئی لوگ تھے جو بچھڑ گئے کئی نقش تھے جو بگڑ تھے
کئی شہر تھے جو اُجڑ گئے ابھی ظلم کیا کوئی اور ہے

وہ عجب منظرِ خواب تھا کہ وجود تھا نہ سراب تھا
کبھی یوں لگا نہیں کوئی اور کبھی یوں لگا کوئی اور ہے

کوئی ہے تو سامنے لایئے کوئی ہے تو شکل دکھایئے
ظفرؔ آپ خود ہی بتایئے میرے یار سا کوئی اور ہے

غزل

(سعید واثقؔ)

خواہش ہے کہ اس طور سے جیون گزاروں
ہر عکس ترے حُسن کا آنکھوں میں اتاروں

وہ تشنہ لبی ہے کہ سمجھ کچھ نہیں آتا
دریا کو صدا دوں کہ سمندر کو پکاروں

جیون بھی تو الجھی ہوئی ڈوروں کی طرح ہے
اس سوچ میں گم ہوں کہ اسے کیسے سنواروں

اب اس کے سوا میرا کوئی خواب نہیں ہے
ہر سانس کو خوشنودی جاناں پہ میں واروں

بہتر ہے کہ اب موت کو میں سینے سے لگا لوں
اس من کو ترے ہجر میں اب کتنا میں ماروں

پہلے تو فقط حسرتِ دیدار تھی واثقؔ
اب یہ بھی طلب ہے کہ اُسے جیت کے ہاروں

غزل

(عدیم ہاشمی)

فاصلے ایسے بھی ہونگے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا وہ میرے اور وہ میرا نہ تھا

وہ کہ خوشبو کی طرح پھیلا تھا میرے چار سُو
میں اُسے محسوس کر سکتا تھا چھو سکتا نہ تھا

رات بھر پچھلی سی آہٹ کان میں آتی رہی
جھانک کر دیکھا گلی میں کوئی بھی آیا نہ تھا

میں تیری صورت لیے سارے زمانے میں پھرا
ساری دنیا میں مگر کوئی ترے جیسا نہ تھا

محفلِ اہلِ وفا میں ہر طرح کے لوگ تھے
یا ترے جیسا نہیں تھا یا میرے جیسا نہ تھا

آج اس نے درد بھی اپنے علیحدہ کر لیے
آج میں رویا تو میرے ساتھ وہ رویا نہ تھا

یاد کر کے اور بھی تکلیف ہوئی تھی عدیم
بھول جانے کے سوا اب کوئی چارہ نہ تھا

غزل

(شاہدہ حسن)

یہ جینے کی کیسی سزا دی گئی
ہواؤں کے رُخ پر اڑا دی گئی

کسی پیرہن پر منقش ہوئی
کسی آئینے میں سجا دی گئی

کسی زندگی سے جُدا کر کے میں
کسی زندگی سے ملا دی گئی

کسی گھر سے مجھ کو اٹھایا گیا
کسی گھر میں لا کے بٹھا دی گئی

جہاں جی میں آیا رکھا مجھے
جہاں سے بھی چاہا ہٹا دی گئی

بہلنے کی خواہش اگر دل نے کی
میں جُھولے میں رکھ کر جُھلا دی گئی

ہنسایا گیا عمر بھر یُوں مجھے
ہنسی ہی ہنسی میں رلا دی گئی

نظم

(نوشی گیلانی)

کوئی نظم ایسی لکھوں کبھی
تری بات بات کی روشنی
میرے حرف حرف میں بھر سکے
ترے لمس کی یہ شگفتگی
مرے جسم و جاں میں اُتر سکے
کوئی چاندنی کسی گہرے رنگ کے راز کی
مرے راستوں میں بکھر سکے
تری گفتگو سے بناؤں میں
کوئی داستاں کوئی کہکشاں
ہوں محبتوں کی تمازتیں بھی کمال طرح سے مہرباں
ترے بازوؤں کی بہار میں
کبھی جھولتے ہوئے گاؤں میں
تری جستجو کے چراغ کو سرِ شامِ دل میں جلاؤں میں
اسی جھلملاتی سی شام میں

لکھوں نظم جو ترا روپ ہو
کہیں سخت جاڑوں میں ایک دم جو چمک اُٹھے
کوئی خوشگوار سی دھوپ ہو
جو وفا کی تال کے رقص کا
کوئی جیتا جاگتا عکس ہو
کوئی نظم ایسی لکھوں کبھی
کہ ہر ایک لفظ کے ہاتھ میں
تیرے نام کے
تیرے حرف تازہ کلام کے
کئی راز ہوں جنہیں منکشف بھی کروں
اگر تو جہانِ شعر کے باب میں
مرے دل میں رکھی کتاب میں
ترے چشم و لب بھی چمک اٹھیں
مجھے روشنی کی فضاؤں میں
کہیں گھیر لیں
کوئی نظم ایسی لکھوں کبھی!

غزل

(ناصر عدیلؔ)

مجھ کو جس شخص سے محبت ہے
شاعری سے بھی خوبصورت ہے

بھول جاؤں میں کس طرح تجھ کو
مجھ کو بچپن سے تری عادت ہے

کوئی قلت نہیں خیالوں کی
دل میں جب تیرا غم سلامت ہے

میرا احوال بھی کوئی پوچھے
آج کل کس کو اتنی فرصت ہے

اُس کی صورت کو دیکھتے جائیں
اک یہی زندگی کی صورت ہے

مستقل میرے دل کی مسجد میں
بس تیرے درد کی امانت ہے

تم ہو منزل پہ اور سفر میں ہم
اپنی اپنی عدیلؔ قسمت ہے

غزل

(نجیب احمدؔ)

کیا کہیں کیسے بسر ہجر کی راتیں کی ہیں
عمر بھر چاند سے اک شخص نے باتیں کی ہیں

کب اذانوں سے نہ معمور تھا کعبہ دل کا
کب فقیروں نے قضا عشق صلاحیتیں کی ہیں

تیری خوشبو سے کوئی خط نہ ہوا پر لکھا
خشک کس دھوپ نے پھولوں کی روایتیں کی ہیں

ہار تو کھیل کا حصہ تھی مگر فرق یہ ہے
مات سے پہلے ہی تہ ہم نے بساطیں کی ہیں

لوٹ جاتی ہیں یہ ٹکرا کے سرِ ساحل سے
مضطرب ذہنوں نے کب پار فراتیں کی ہیں

ڈولی اُٹھی نہ تھی چشم ستاروں کی نجیبؔ
صبح نمناک نے رخصت یہ براتیں کی ہیں

غزل

(جمالؔ احسانی)

ملنا نہیں تو یاد اُسے کرنا بھی چھوڑ دے
دیوار چھوڑ دی ہے تو سایہ بھی چھوڑ دے

اک آدمی سے ترکِ مراسم کے بعد اب
کیا اس گلی سے کوئی گزرنا بھی چھوڑ دے

آنا اب اُس نے چھوڑ دیا ہے اگر تو کیا
دل بے سبب چراغ جلانا بھی چھوڑ دے

مضبوط کشتیوں کو بچانے کے واسطے
دریا میں ایک ناؤ شکستہ بھی چھوڑ دے

اللہ کی زمین بڑے ہے بہت جمالؔ
عزت نہیں جہاں وہاں رہنا بھی چھوڑ دے

نظم

(فاخرہ بتول)

''مر بھی جاتی ہیں''

لڑکیوں کے خوابوں کی بات ہی نرالی ہے
اک گھڑی میں پلکوں پر
کہکشاں کے رنگوں کو
یہ بکھیر لیتی ہیں
اور ایک لمحے میں، خود بکھر بھی جاتی ہیں
خود سے ڈر بھی جاتی ہیں
ہاں یہ ''مر بھی جاتی ہیں''

غزل

(اعتبار ساجد)

تمہیں جب کبھی ملیں فرصتیں، مرے دل سے بوجھ اتار دو
میں بہت دنوں سے اُداس ہوں مجھے کوئی شام ادھار دو

مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو کہ چمک سکیں مرے خال وخد
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دو، مرے سارے رنگ اتار دو

کسی اور کو مرے حال سے نہ غرض ہے نہ کوئی واسطہ
میں بکھر گیا ہوں سمیٹ لو، میں بگڑ گیا ہوں سنوار دو

مری وحشتوں کو بڑھا دیا ہے، جدائیوں کے عذاب نے
مرے دل پہ ہاتھ رکھو ذرا، مری ڈھڑکنوں کو قرار دو

تمہیں صبح کیسی لگی کہو، مری خواہشوں کے دیار کی
جو بھلی لگی تو یہیں رہو، اسے چاہتوں سے نکھار دو

کوئی بات کرنی ہے چاند سے کسی شاخسار کی اُوٹ میں
مجھے راستے میں یہیں کہیں کسی کنج گل میں اتار دو

غزل

(علی ارمان)

اے سرد سرد رات مجھے چاند چاہیئے
کرنی ہے دل کی بات مجھے چاند چاہیئے

بچپن کی ضد نہیں یہ جوانی کا خواب ہے
اے میری کائنات مجھے چاند چاہیئے

دل میں مچل رہے ہیں تمناؤں کے چکور
اس وقت اپنے ساتھ مجھے چاند چاہیئے

جھلسی ہوئی فراق کی راتوں کے درمیاں
تنہا ہے میری ذات مجھے چاند چاہیئے

چہرے سے یہ نقاب کا بادل اتار دو
اب مان جاؤ بات مجھے چاند چاہیئے

اس پھیلتے اندھیرے سے ہر ایک خواب کو
ہونے لگی ہے مات مجھے چاند چاہیئے

مرجھا چلے ہیں سارے ستارے اُداس اُداس
اب کہہ رہی ہے رات مجھے چاند چاہیئے

غزل

(سلیم کوثر)

میں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور ہے
سرِ آئینہ میرا عکس ہے پسِ آئینہ کوئی اور ہے

میں کسی کے دست طلب میں ہوں تو کسی کے حرفِ دعا میں ہوں
میں نصیب ہوں کسی اور کا مجھے مانگتا کوئی اور ہے

میری روشنی تیرے خدوخال سے مختلف تو نہیں مگر
تو قریب آ تجھے دیکھ لوں تو وہی ہے یا کوئی اور ہے

تجھے دشمنوں کی خبر نہ تھی مجھے دوستوں کا پتہ نہیں
تیری داستاں کوئی اور تھی میرا واقعہ کوئی اور ہے

جو میری ریاضت شب کو سلیم صبح نہ مل سکی
تُو پھر اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ یہاں خدا کوئی اور ہے

غزل

(احمد ضیاء)

بس یُونہی رات سے یہ دعا کرتے تھے
ہم کہ مہتاب کے سائے میں رہا کرتے تھے

خواب بکھرے ہیں تو اب کیسی شکایت یارو
اپنے خوابوں سے تمہی لوگ گلہ کرتے تھے

تم جو کرتے ہو وفائیں تو نئی بات نہیں
تم سے پہلے بھی کئی لوگ وفا کرتے تھے

پوچھتے پھرتے تھے سب لوگوں سے ہم اُسکا پتہ
اور گلیوں میں فقیرانہ صدا کرتے تھے

جیسے ملتی ہیں کنارے پہ لہریں آ کر
ہم بھی اک شخص سے ہر روز ملا کرتے تھے

پہلے اک نام لکھا کرتے تھے پھولوں سے ضیاء
پھر اُسی نام کو ہم چوم لیا کرتے تھے

غزل

(باقیؔ احمد پوری)

ہم اپنے اختیار کی حد سے گزر گئے
چاہا تمہیں تو پیار کی حد سے گزر گئے

جاگی اپنے دل میں گلابوں کی آرزو
جب موسم بہار کی حد سے گزر گئے

احساس مر چکا ہے خوشی ہے نہ غم کوئی
جیسے کہ جیت ہار کی حد سے گزر گئے

باقیؔ وہ لوگ روز قیامت سے کیا ڈریں
جو تیرے انتظار کی حد سے گزر گئے

غزل

(ناصرؔ زیدی)

سامنے تُو ہو تو کدھر دیکھوں
تو ہی محسوس ہو جدھر دیکھوں

جانے کیوں تجھ سے جی نہیں بھرتا
جس قدر چاہوں جس قدر دیکھوں

تُو ہی کافی ہے عمر بھر کے لیے
اور تجھ سا نہ عمر بھر دیکھوں

جھیل جیسی ہیں وہ کنول آنکھیں
اُن میں اک روز ڈوب کر دیکھوں

ایک ہی شخص ہے بہت ناصرؔ
کیوں کوئی اور ہمسفر دیکھوں

غزل

(کشور ناہیدؔ)

وہ اجنبی تھا پھر بھی لگا آشنا مجھے
کس سمتِ لے چلا ہے نیا حادثہ مجھے

مجھ خستہ تن کو گھر میں کہاں ڈھونڈتے ہو اب
دو دشت نامرادی دل میں صدا مجھے

واقف نہیں ہوں شکل سے، اطوار سے مگر
لگتا ہے اُسکا نام ہی اکثر بھلا مجھے

اے کاش تُو بھی سنتا کبھی آہٹوں کی گونج
تو بھی میری طرح سے کبھی ڈھونڈتا مجھے

ناہیدؔ اس کی یاد کا آنچل بھی آج تو
اُڑتا ہُوا، ہوا میں بگولا لگا مجھے

غزل

(حسن نثارؔ)

سوچتا رہتا ہوں کوئی معجزہ ہو جائے گا
وقت یُوں بدلے گا اک دن وہ مرا ہو جائے گا

گھر سے چلتے وقت کب سوچا مسافر نے کہ پھر
راستے میں یُوں اچانک حادثہ ہو جائے گا

کیا پتہ تھا میرا پانی ریت بنتا جائے گا
جو دعا جیسا لگا تھا بد دعا ہو جائے گا

جلتے بجھتے یُوں مسلسل جل اُٹھے کہ جل گئے
کیا خبر تھی دل کا جگنو ہی دیا ہو جائے گا

اک دھڑکا سا لگا سا رہتا ہے دونوں کو حسنؔ
کون کُھو دے گا کسی کو کیا سے کیا ہو جائے گا

غزل

(سلیم احمد)

جا کے پھر لوٹ جو آئے وہ زمانہ کیسا
تیری آنکھوں نے چھیڑا ہے فسانہ کیسا

آنکھ سرشار تمنا ہے تو وعدہ کر لے
چال کہتی ہے کہ اب لوٹ کے آنا کیسا

مجھ سے کہتا ہے کہ سائے کی طرح ساتھ ہیں ہم
یوں نہ ملنے کا نکالا ہے بہانا کیسا

اِس کا شکوہ تو نہیں ہے نہ ملے تو ہم سے
رنج اسکا ہے کہ تم نے ہمیں جانا کیسا

خود بھی سوچا تھا بہت اُس نے بھی پوچھا تھا بہت
حال جب خود ہی نہ سمجھے تو سُنانا کیسا

تجھ کو پانے کی ہوس تھی سو کسے تھا معلوم
اپنے ہی آپ کو کھو بیٹھیں گے پانا کیسا

غزل

(عبیداللہ علیم)

بنا گلاب تو کانٹے چُبھا گیا اک شخص
ہوا چراغ تو گھر ہی جلا گیا اک شخص

تمام رنگ میرے اور سارے خواب میرے
فسانہ تھے کہ فسانہ بنا گیا اک شخص

میں کس ہوا میں اُڑوں کس فضا میں لہراؤں
دکھوں کے جال ہر اک سُو بچھا گیا اک شخص

پلٹ سکوں ہی نہ آگے ہی بڑھ سکوں جس پر
مجھے یہ کون سے رستے لگا گیا اِک شخص

محبتیں بھی عجب اُسکی نفرتیں بھی کمال
مری ہی طرح کا مجھ میں سما گیا اِک شخص

غزل

(نذیر احمد عارفؔ صدیقی)

دشت و دریا پہ بادل برستے رہے
قطرے قطرے کو گلشن ترستے رہے

دل کی نگری اُجڑ کے بسی ہی نہیں
شہر اجڑتے رہے اور بستے رہے

جن سے گزرے ہیں رنگین قبامہ لقا
کہکشاں سے بھی روشن وہ رستے رہے

اُن کے چلنے کو فرش گُل و یاسمن
اپنی قسمت میں پر خار رستے رہے

آہ نا قدری جنس صدق و صفا
سنگریزوں سے یاقوت سستے رہے

ان کے گیسوئے پُر پیچ وخم کی قسم
خواب میں بھی مجھے ناگ ڈستے رہے

ان اندھیروں کی قسمت میں تھی روشنی
جو اندھیرے اجالوں کو ڈستے رہے

کچھ تجھے بھی خبر ہے ترے شہر میں
لوگ کیا پھبتیاں مجھ پہ کستے رہے

سُن کے نغمات عارفؔ سر انجمن
لوگ روتے رہے آپ ہنستے رہے

غزل

(نجم الثاقب)

کسی دل میں تمہاری فقط کمی ہی تو ہے
نبھا نہ پاؤ تو کیا ہے، یہ دوستی ہی تو ہے

ہزار طرح سے آئیگا اس میں نام ترا
تم اس پہ دھیان نہ دینا یہ شاعری ہی تو ہے

قریب ہو کے بھی وہ میری دسترس میں نہیں
وہ شخص کیا ہے سمندر پہ چاندنی ہی تو ہے

میں اس سے دیکھنا اک دن گزر بھی جاؤنگا
یہ تیرا درد نہیں ہے تیری گلی ہی تو ہے

نباہ ممکنہ حد تک کیا تو ہے اس نے
کوئی پہاڑ نہیں ہے، وہ آدمی ہی تو ہے

تجھے بھلانے کی یہ بات دیکھنی تو نہیں
ترے لیے فقط ایک بار سوچنی ہی تو ہے

تری خوشی سے مقدم تو کوئی چیز نہیں
ترے بنا ہی گزر جائے، زندگی ہی تو ہے

غزل

(فائزہ ندیم فرّاء)

یہ جو دوریوں کے ہیں فاصلے انہیں مختصر نہیں کر سکے
کبھی ہم سفر نہیں کر سکے کبھی تم سفر نہیں کر سکے

بڑی چاہتوں سے سجایا تھا کوئی آشیانہ بنایا تھا
مگر آشیانے کو آج تک کبھی اپنا گھر نہیں کر سکے

چلے ایسے پیڑوں کی چھاؤں میں کہ ہے تمہاری پناہوں میں
مگر اعتبار کے راستے مرے پاؤں سر نہیں کر سکے

ہیں جو فاصلے تری قربتوں میں وہ ترے ہجر میں بھی نہیں
انہی فاصلوں ہی میں رات کی، کبھی ہم سحر نہیں کر سکے

کئی زخم دل کے سیئے گئے کئی شکلوں میں جیئے گئے
مگر آہ! اپنے وجود کو کبھی ہم گہر نہیں کر سکے

غزل

(اختر ملک)

ہم نازک نازک دل والے
کبھی ہنستے ہیں کبھی روتے ہیں

کبھی دل میں خواب پروتے ہیں
کبھی محفل محفل پھرتے ہیں

کبھی ذات میں تنہا ہوتے ہیں
کبھی چپ کی مہر سجاتے ہیں

کبھی گیت لبوں پر ہوتے ہیں
کبھی سب کا دل بہلاتے ہیں

کبھی ذات میں تنہا ہوتے ہیں
کبھی شب بھر جاگتے رہتے ہیں

کبھی لمبی تان کے سوتے ہیں
ہم نازک نازک دل والے

بس اپنے آپ میں رہتے ہیں
ہم کون کسی سے ہوتے ہیں

غزل

(خاوری)

کہیں ترے پیار کا تذکرہ کہیں ترے ہجر کا باب ہے
جسے لوگ کہتے ہیں شاعری یہ گئے دنوں کا حساب ہے

یہ جو مہکا مہکا سا گیت ہے یہ تمہاری شوخ بات ہے
یہ جو اک حسین غزل ہوئی یہ تمہارے رُخ کا گلاب ہے

یہ جو غم ہے میرے قریب میں یہ جو رتجگا ہے نصیب میں
یہ تمہارے عشق کی دین ہے یہ جو لمحہ لمحہ خراب ہے

کبھی ہم نے مل کے کیا تھا جو یہ اُسی سفر نے دیا ہے سب
یہ جو درد دل سے لپٹ گیا یہ جو جان لیوا عذاب ہے

تمہیں یاد میری دلائے گی کبھی پڑھنا تم اُسے غور سے
جو سمے کی دھول میں اَٹ گئی یہ وہی پرانی کتاب ہے

غزل

(محبوبؔ ربانی)

وہی آنکھیں، وہی چہرہ، وہی پیکر دیکھوں
دل کے آئینے میں ایک شخص برابر دیکھوں

آنکھیں کھولوں تو فقط دھند کا سایہ سا لگے
بند آنکھیں ہوں تو ہر نقش اُجاگر دیکھوں

پھر جنوں خیز ہوئی سنگ کی لذت اب کے
پھر ترے شہر کی گلیوں سے گزر کر دیکھوں

جن کے سائے میں کبھی عہد کیے تھے ہم نے
اُسی دیوار کے بکھرے ہوئے پتھر دیکھوں

روز جاتا ہے کہاں جھیل میں چاند آخرِ شب
کیوں نہ محبوبؔ تہہ آب اُتر کر دیکھوں

غزل

(ارشدؔ ملک)

کسی طرح سے بھی جیون گزارنا ہو گا
بچھڑ گیا ہے جو اُس کو پکارنا ہوگا

ہم اپنے عہد پہ قائم ہیں آج بھی جاناں
کہ وقت جیسے بھی گزرے گزارنا ہوگا

یہ کھیل ایسا نہیں یونہی جیت ہو جائے
کسی مقام پہ ہستی کو ہارنا ہوگا

عجیب لوگ ہیں کہتے ہیں اب خوشی کیلئے
تمہاری یاد کو دل سے اُتارنا ہوگا

وہ مل تو جائیگا مگر ارشدؔ ذرا ایسے
طلب میں اُسکی زمانے کو ہارنا ہوگا

غزل

(سرورارمانؔ)

مجھے حیات سے بے زار کر نہ جائے کہیں
تیرے خیال کی خوشبو بکھر نہ جائے کہیں

میرے سوال کا لمحہ ہزار زخم لیے
ترے جواب سے پہلے گزر نہ جائے کہیں

وہ میرے قتل پہ راضی ہو تو گیا ہے مگر
یہ التجا بھی مری بے اثر نہ جائے کہیں

مجھے گماں ہے کہ اک روز مری آنکھوں سے
وہ اپنی ذات کو دیکھے تو ڈر نہ جائے کہیں

وہ آ تو جائے گا آنکھوں میں مئے کدے لے کر
میں سوچتا ہوں میری پیاس مر نہ جائے کہیں

غزل

(یعقوب انجم)

ہم یوسفِ زماں تھے ابھی کل کی بات ہے
تم ہم پہ مہربان تھے ابھی کل کی بات ہے

آتا ہے یاد سرخ گلابوں کو دیکھ کر
ہم تم بھی نوجواں تھے ابھی کل کی بات ہے

جن دوستوں کی آج کمی ہے حیات میں
وہ اپنے درمیاں تھے ابھی کل کی بات ہے

خود ہر کسی سے پوچھتے پھرتے ہیں راستہ
منزل کے جونشاں تھے ابھی کل کی بات ہے

کچھ حادثوں سے گر گئے انجم زمین پر
ہم رشکِ آسماں تھے ابھی کل کی بات ہے

غزل

(حسنؔ عباسی)

گڑ گڑا کر رات دن مانگی دُعا
عرش تک پہنچی نہ پر اپنی دعا

ابر رحمت کی طرح مانگا اُسے
آنسوؤں سے ریت پر لکھی دعا

جب بھی خوابوں کے سفر پر نکلا میں
اس نے میری نیند سے باندھی دعا

روز نازل ہوتی ہے آفت نئی
جب سے اہل شہر کو بھولی دعا

آنکھ میں اک شخص کا چہرہ حسنؔ
اور ہاتھوں پر سدا رکھی دعا

غزل

(منان قدیر منانؔ)

جو لوگ چلے جاتے ہیں واپس نہیں آتے
ہم بھولنا چاہیں تو بھُلا بھی نہیں پاتے

کیوں ہجر کی دولت ہمیں بن مانگے ملی ہے
ملتا جو ترا پیار تو آنسو نہ بہاتے

یاد آتے ہیں برسات کے بھیگے ہوئے موسم
پہلے کی طرح کیوں نہیں ساون میں نہاتے

یہ چاند ستارے مجھے کرتے ہیں نصیحت
راتوں کو پھرا کرتے ہو، سو کیوں نہیں جاتے

نظم

(ڈاکٹر ابرارؔ عمر)

دسمبر اب بھی تیرا منتظر ہے
وہ لمحے
سوچ کی دہلیز پر ٹھہرے ہوئے ہیں
دسمبر کے مہینے میں
ہزاروں سال پہلے جب
ترے وعدے کے ہونٹوں نے
مری آنکھوں سے بہتی زندگی کے
ہاتھ چومے تھے
مری بے رنگ باتوں کے کنارے
تم نے خوابوں کے سہارے اور
اشکوں کے ستارے رکھ دیئے تھے
اور
ہوا کو اپنی چاہت کی حفاظت کا اشارہ

کر دیا تھا،

ہوا کی خشکیوں میں اب بھی تیری
نرم باتیں آہٹوں کا جال بُنتی ہیں
سماعت اب بھی تیرے قہقہوں
کا شور سنتی ہے
خیال اب تک تمہاری انگلیوں سے
میرے دل کے سرخ آنسو پونچھتا ہے
نگاہیں برف کے پھیلے چمکتے کینوس پر
جا بجا تیری رفاقت کی ضرورت پینٹ کرتی ہیں
ٹھٹھرتے پانیوں کے تن پہ بکھری دھوپ
تیرا ہجر روتی ہے
کہاں ہوتی ہے تو
محبت کی سلگتی رہ گزاروں کے کناروں پر
دسمبر اب بھی تیرا منتظر ہے۔

غزل

(سعد اللہ شاہ)

تُم نے یہ کیسا رابطہ رکھا — نہ ملے ہو نہ فاصلہ رکھا
نہیں چاہا کسی کو تیرے سوا — تو نے ہم کو بھی پارسا رکھا
پھول کھلتے ہی کھل گئی آنکھیں — کس نے خوشبو میں سانحہ رکھا
تُو نہ رسوا ہو اس لیئے ہم نے — اپنی چاہت پہ دائرہ رکھا
جھوٹ بولا تو عمر بھر بولا — تم نے اس میں بھی ضابطہ رکھا
کتنی رونق ہے پیڑ پر جب سے — ایک چڑیا نے گھونسلہ رکھا

سعد الجھا رہا مگر اس نے
تجھ سے ملنے کا راستہ رکھا

غزل

(وصیؔ شاہ)

دیارِ غیر میں کیسے تجھے صدا دیتے
تُو مل بھی جاتا تو آخر تجھے گنوا دیتے

تمہیں نے ہم کو سنایا نہ دُکھ اپنا
ورنہ دعا وہ کرتے کہ ہم آسماں ہلا دیتے

ہمیں یہ زعم رہا اب کے وہ پکاریں گے
انہیں یہ ضد تھی کہ ہر بار ہم صدا دیتے

وہ تیرا غم تھا کہ تاثیر میرے لہجے کی
کہ جس کو حال سناتے اُسے رُلا دیتے

تمہیں بھلانا ہی اول تو دسترس میں نہیں
جو اختیار بھی ہوتا تو کیا بھُلا دیتے

تمہاری یاد نے کوئی جواب ہی نہ دیا
میرے خیال کے آنسو رہے صدا دیتے

غزل

(فرحتؔ عباس شاہ)

خوشیوں کی بارات ادھوری چھوڑ گئے ہو
ساجن دل کی بات ادھوری چھوڑ گئے ہو

تم تو خود تھے پیاس بجھانے والے بادل
تم کیوں کر برسات ادھوری چھوڑ گئے ہو

آدھے آدھے کر کے مری نیندیں اور خواب
مری اک اک رات ادھوری چھوڑ گئے ہو

لوگوں کی تکمیل کا باعث بننے والے
کیوں کر مری ذات ادھوری چھوڑ گئے ہو

صدیوں کی سنگت کے بارے بول رہے تھے
اور اچانک بات ادھوری چھوڑ گئے ہو

غزل

(جاوید گُل گشکوری)

کبھی جو اپنا حبیب ٹھہرا، وہ چاند چہرہ
قریب پہنچا تو خشک صحرا، وہ چاند چہرہ

مجھے یقیں ہے تڑپ رہا ہے میرے ملن کو
ہے گرد جس کے عذاب پہرہ، وہ چاند چہرہ

جو ڈوب جائے کھل نہ سکے سنبھل نہ پائے
سمندروں سے اتھاہ گہرا، وہ چاند چہرہ

جسے سمجھتے ہیں دشمن جاں جہاں والے
مرے تو دل کا سکون ٹھہرا، وہ چاند چہرہ

محبتوں میں اتر گیا ہے، بکھر گیا ہے
حسین آنکھیں بدن سنہرا، وہ چاند چہرہ

مجھے تو اب بھی نہیں ہے اس سے کوئی شکایت
جو کر گیا ہے اداس چہرہ، وہ چاند چہرہ

کبھی تجھے جس کی چاندنی پہ تھا ناز جاوید
وہ دھوپ بن کے فضا میں ہے، وہ چاند چہرہ

نظم

(ابرار الحق)

ہم تُم ملے تھے جہاں جہاں
تجھے یاد ہے کیا وہ جگہ!
ہیں ساجناں۔۔۔۔۔۔
ہم تُم ملے تھے جہاں جہاں
تیری جدائی سہی نہ جائے
آنکھیں یہ روئیں، دل بولے ہائے
دل بولے ہائے
آ پھر وہ ہیں موسم جواں جواں
اوسا تھیا
تجھے یاد ہے،
کیا وہ جگہ ہیں ساجناں؟

پھولوں سے جھرمٹ کے اُس دیس میں
چاندی سے جھرنوں کی آغوش میں
تم چپ رہے اور جو میں نے سُنا
آنکھوں سے دل میں اُترتا گیا
ابتک ہے آنکھوں میں کیوں وہ سماں؟
ہیں ساجناں!
بادل کے نیچے جھِل مِل سے موسم
یہ ندیا کنارے پہ بَل کھاتے رستوں پہ
پتوں کی آہٹ میں
تم کو میں ڈھونڈوں کہاں کہاں
او ساتھیا
تجھے یاد ہے
کیا وہ جگہ ہیں ساجناں!!!

غزل

(فائق ترابی)

جب کوئی بھی کمی نہیں ہوتی
زندگی زندگی نہیں ہوتی

آپ سے دوستی نہیں نہ سہی
آپ سے دشمنی نہیں ہوتی

آپ بچھڑے تو پھر یقیں آیا
کوئی شے آخری نہیں ہوتی

میرے سینے کا حال ایسا ہے!
جس طرح بانسری نہیں ہوتی

موت اک اور زندگی ہے میاں!
موت تو دائمی نہیں ہوتی

نظم

''عشق ادھورا''

لاکھ جی جلانے سے
دل پہ زخم کھانے سے

اشک خوں بہانے سے
زندگی گنوانے سے

کب یہ پورا ہوتا ہے؟
عشق ادھورا ہوتا ہے!

عشق ادھورا ہوتا ہے!
عشق ادھورا ہوتا ہے!